مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی گھریلو علمی زندگی

The domestic academic life of Mufti e Azam Maulana Kifayatullah Rahmatullahe Alaih

Dr. Hafiz Muhammad Ibrar Ullah
Assistant Professor of Islamic Studies
The University of Azad Jammu & Kashmir, Muzaffarabad
Email: hafizibrar87@gmail.com

Dr. Rizwana Kausar
Lecturer Of Islamic Studies
The University of Azad Jammu & Kashmir, Muzaffarabad
Email: Rizwanakousar94@gmail.com

Dr. Nighat Akram
Assistant Professor, Department of Islamic studies
University of Poonch Rawalakot, AJK
Email: nighatakram@upr.edu.pk

Abstract

Scholars are always trying to serve Islam, Hazrat Mufti Kifayatullah's home life was scholarly, he also paid attention to the knowledge and welfare of his family, in his home life, he also paid attention to the outward sciences of Sharia along with the inner sciences. Mufti Kifayatullah Sahib Dehlavi is an important figure of the 20th century in terms of knowledge, research, and political insight. He was a commentator, muhadith, jurist, writer, poet, politician, and grand mufti of India, he was a pioneer in the establishment of Jamiat Ulema Hind and also held the post of president. He maintained the spirit of frankness in his domestic life and he used to face the mountain of hardships and sufferings But he lit قرت the candles of faith even in the darkness of his domestic life and used to fight against the storms. He used to read scholarly books like Hafiz reciting the Quran. He was a man of modesty. How did Hazrat Maulana drink such a big ocean of knowledge in his life, there is no doubt that Hazrat Maulana was a very intelligent person, there was a lot of talk about Hazrat Maulana's academic taste in the family.

تعارف

مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ شاہجہاں پوریوپی کے محلہ زئی میں پیدا ہوئے،1875ء آپ کی تاریخ پیدائش ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب مفتی کفایت اللہ بن شیخ عنایت اللہ بن فیض اللہ بن خیر اللہ بن عباد اللہ ہے[1] آپ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یمنی سے جا کر ملتا ہے-اس طرح آپ کے آباواجداد کا اصلی ملک سرزمین عرب کا جنوب ساحلی خطہ یمن ہے۔ایک قافلہ تھا، اس قافلے کے سردار کا ایک نوعمر لڑکا جس کا نام شیخ جمال تھا، طوفان سے بچ نکلا وہ ایک تختہ پر بہتا ہوا ساحل تک پہنچ گیا، ساحل پر اسے بھوپال کے ایک شخص نے دیکھ لیا اس

نے اسکی دست گیری کی اور اسے اپنے وطن لے آیا، یہ نو عمر شیخ جمال اس شخص کے گھر میں پرورش پاتا رہا اور آخر کار اِسی کے خاندان میں اس کی شادی ہو گئی—یہی شیخ جمال یمنی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے مورث اعلیٰ تھے۔[2]

گھریلو لطافت اور کثرت ذکر

حضرت مولانا خلقی طور پر انتہائی لطیف المزاج شخصیت تھے اور کثرت ذکر نے اس لطافت کو دوچند کر دیا تھا، حضرت مولانا کے محسوسات اتنے قوی ہو گئے تھے کہ معمولی سی چیز کا بھی ادراک فرما لیتے تھے، ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتے تھے۔[3]

آپ کا خط نہایت عمدہ اور پاکیزہ تھا، ہمیشہ رواں دواں اور قلم برداشتہ لکھتے تھے، کئی ایک لوگوں کے پاس ان کی تحریریں بھی موجود ہیں تحریر سے بھی شخصیت کا عکس نظر آتا ہے، حضرت مولانا کی طویل تحریں باریک قلم سے لکھی ہوئی موجود ہیں، جب حضرت مولانا گھر میں بھی وعظ و نصیحت فرماتے تو وہ گویا موتیوں کی لڑی ہوتی تھی ہر بات اپنی موقع ترتیب سے بیان کرتے تھے، تقریر و تحریر میں اس چیز کا ہونا عالی دماغی اور یکسوئی ذہن پر دلالت کرتا ہے اور پتہ دیتا ہے کہ انسان کا ذہن بلکل صاف ہے اور اس میں کسی شک یا الجھن کو کوئی گزر نہیں۔[4]

علماء کرام اور رشتہ داروں کی تعظیم

حضرت مولانا ایک نفیس شخصیت کے مالک تھے، ہمیشہ علماء اور عزیز و اقارب کی عزت کیا کرتے تھے، دُور دُور تک کے رشتہ داروں کا آپ پتہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ فلاں ابن فلاں اتنے واسطوں سے میرا رشتہ دار ہے ان تمام رشتہ داروں کے غرباء و مساکین کا خیال رکھتے تھے اور جتنی گنجائش ہو سکتی تھی، ان کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔[5]

مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ ہمیشہ علماء کی محنت کو سراہتے تھے، وہ رقم طراز ہیں:

کچھ لوگ ایسے تھے جن کو مختلف فتنوں میں نے تردد میں ڈال دیا تھا، اسی اثناء میں اپنے زمانے کے عمدہ ترین اور بڑے عالم مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جو اس دوران صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے اس مسئلوں کی تحقیق میں سر توڑ کوشش کی، اور اس فتنوں کا مضبوط حل نکالا، اللہ تعالیٰ ظالم اور خائن لوگوں کی تدابیر مٹا دیں۔[6]

حدیث مبارک ہے

عن عبد الله ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إذا اتاكم كريم قوم فاكرموه[7]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے تو تم اس کا احترام کرو۔

سیاست میں حضرت مفتی صاحب شیخ الہند کے ہم نوا تھے، اپنے استاد سے آپ کا تعلق عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے مشہور قصیدے کے آخر میں حضرت شیخ الہند کی تعریف میں ایک مستقل نظم لکھی ہے، اس قصیدے میں علماء ہند کا تذکرہ کیا گیا ہے ساتھ ہی حواشی میں مفتی صاحب مذکورہ علماء کے مختصر حالات زندگی بھی تحریر کئے ہیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے بارے میں اصل قصدہ کے کے عربی اشعار میں آپ کے بارے میں جو تحریر کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے

"خلق خدا کے محمود، نیک فضائل، حسین و جمیل اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں- میں آپ کی کس کس خصلت کی تعریف کروں- آپ کے جملہ اوصاف احاطہ شمار سے متجاوز ہیں- آپ کے علم کی وسعت اور صفائی قلب میرے اس دعوے کے بہترین گواہ ہیں"[8]

اپنے کتاب کفایت المفتی کے دوسرے جلد میں گھریلو امور سے متعلق 790 فتوے جمع کئے ہیں، اور علماء کرام کی آراء کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا، وہ فتاوی جات جو ان کے گھر میں ان کے ساتھ موجود تھے، ان سے بھرپور فائدہ لیا گیا، سوال کے نیچے باقاعدہ طور پر حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں[9]

حضرت مفتی رحمہ اللہ کا خاندان

شیخ جمال یمنی کے بعد آپ کے دیگر اجداد کے حالات دستیاب نہیں ہوتے بھول سے یہ خاندان شاہجہان پور منتقل ہو گیا۔ آپ کے والد محترم شیخ عنایت اللہ نہایت شریف اور پرہیز گار بزرگ تھے، حضرت مفتی صاحب کے ساتھ کبھی کبھی مدرسہ امینیہ بھی تشریف لاتے تھے انہوں نے بہت طویل عمر پائی اور شکل وصورت میں حضرت مفتی صاحب ان کے مشابہ تھے- شیخ عنایت اللہ کثیر العیال اور غریب تھے[10]- حضرت مفتی صاحب دو لڑکوں کے بعد پیدا ہوئے اور حضرت مفتی صاحب کے تین بھائی اور تھے۔ ان میں سے ایک بھائی کا اسم گرامی حافظ قاری نعمت اللہ تھا جو شاہ جہا ن پوری مقیم رہے۔ انہوں نے درس وتدریس کا راستہ اختیار کیا۔ نہایت عابد وزاہد تھے۔ دوسرے بھائی حافظ سلامت اللہ جہان پور کے تاجر تھے- تیسرے بھائی قدرت اللہ صاحب نے قصور میں رہائش اختیار کی تھی،[11]

خلافت کے موقع پر دہلی میں منعقدہ کانفرنس جاری رکھنے کے لیے ایک نئی تنظیم تشکیل دینے کا عزم کیا اس تنظیم کو جمعیت علمائے ہند کا نام دیا گیا۔ مفتی اعظم، مولانا کفایت اللہ پہلے صدر منتخب ہوئے[12]

وہ 1946 میں کانگریس کی تحریک آزادی میں شامل ہوئے اور نہایت سرگرمی سے اس میں حصہ لیا وہ مقامی کانگریس کے سیکرٹری بھی رہے، تین چار مرتبہ اسی قسم کی تحریکوں میں حصہ لینے کے جرم میں جیل بھی جا چکے تھے، سیاسی تحر یکوں کے ساتھ ساتھ وہ کاروبار بھی کرتے تھے۔ آخر زمانے میں انہوں نے آٹے کی مل کھولی ہوئی تھی۔ مولانا حفیظ

الرحمن واصف دہلوی رحمہ اللہ حضرت مفتی رحمہ اللہ کے بڑے فرزند تھے 1910ء میں ان کی پیدائش ہوئی تھی، تذکرہ سائل اور اردو مصدر نامہ جیسی کتابوں کے مصنف ہے[13]

حضرت مفتی رحمہ اللہ کی گھریلو زندگی کی علمی ابتداء

حضرت مفتی رحمہ اللہ نے پانچ سال کی عمر حافظ برکت اللہ صاحب کے مکتب شاہ جہاں پور میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ اسی مکتب میں آپ نے ناظرہ قرآن کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اردو و فارسی کی ابتدائی تعلیم حافظ نسیم اللہ کے مکتب واقعہ محلہ ورگ زئی میں حاصل کی، اس کے بعد آپ مولوی اعزاز حسن خان صاحب کے مدرسہ اعزازیہ میں جو محلہ خلیل شرقی میں واقع تھا داخل ہوئے۔یہ مدرسہ اپنے قابل اساتذہ کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔اس لئے حضرت مفتی صاحب کی علمی بنیاد کو اس مدرسے نے مستحکم کیا۔چنانچہ فارسی نصاب کی اعلیٰ ادبی کتاب "سکندر نامہ "اور عربی کی ابتدائی کتابیں حافظ بدھن خاں صاحب نے شروع کرائیں جو نہایت ہی ذہین اور قابل استاد تھے۔[14]

آپ کے دوسرے استاد محترم اس مدرسے میں مولانا عبد الحق خاں تھے جو افغانستان سے ہندوستان اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے تھے اور مولانا مفتی لطف اللہؒ علی گڑھی جیسے شہرہ آفاق عالم کے شاگرد تھے مولانا عبید الحق جوہر شناس نگاہ نے جلد معلوم کر لیا کہ ان کے نو عمر مگر ہونہار شاگرد کو نہایت اعلیٰ تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے اس لئے انہوں نے آپ کے والد محترم شیخ عنایت اللہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے لڑکے کو دار العلوم دیوبند بھیجیں۔آپ کے والد محترم اپنے غریبانہ حالات کے ماتحت اپنے کم سن لڑکے اس قدر دور روانہ کرنے پر رضامند نہ ہوئے، کیونکہ اس وقت حضرت مفتی صاحب کی عمر صرف پندرہ برس تھی، آخر کار مولانا موصوف نے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے نو عمر صاحب زادے کو قریب کے مدرسہ شاہی مراد آباد کی طرف ایک اور طالب علم کے ساتھ بھجوادیں جن کا نام حافظ عبد المجید تھا، چنانچہ حضرت مفتی صاحب حافظ عبد المجید کے ساتھ مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔مولانا عبید الحق خاں صاحب کے پیر بھائی تھے مگر جب یہ دونوں شاگرد مراد آباد پہنچے تو وہ بمبئی گئے ہوئے تھے تاہم ان کے نائب مہتمم حاجی محمد اکبر خاں صاحب نے بھی ان کا خیر مقدم کیا[15]

حضرت مفتی رحمہ اللہ عالم باعمل

حضرت مفتی رحمہ اللہ مصر سے واپسی پر کافی علماء اور عمائدین مصر آپ کو رخصت کرنے کے لئے آئے اس وقت مصر کے عمائدین نے فوٹو لینے کی خواہش کا اظہار کیا مگر حضرت مفتی صاحب نے فوٹو کھچوانے سے انکار کر دیا چونکہ علماء مصر کا ایک طبقہ فوٹو کو جائز قرار دیتا تھا اس لئے ان حضرات نے بحث شروع کر دی علماء مصر کا نقطہ نگاہ یہ تھا، کہ شریعت میں اس تصویر کی ممانعت ہے جو انسان خود اپنے ہاتھ سے بناتا ہے جیسا کہ پہلے زمانے میں اور اب بھی مصوری کی جاتی

ہے مگر فوٹو میں یہ بات نہیں ہے یہ صرف عکس ہوتا ہے ہے حضرت مفتی صاحب کی ان حضرات سے گفتگو ہوئی مولانا عبدالحق مدنی کے بیان کے مطابق اس کے یہ الفاظ تھے

علماء مصر

التصویر الممنوع انما ھو الذی یکون بصنع الانسان و معالجة الایدی و ھذا الیس کذالک انما ھو عکس الصورۃ

ممانعت تو صرف اس تصویر کی ہے جو انسان کے عمل اور ہاتھوں کی کاریگری سے ہو فوٹو میں کچھ نہیں کرنا پڑتا یہ صورت کا عکس ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب

کیف ینتقل ھذا العکس من الزجاجة الی الورق

یہ عکس کیمرہ لینس سے کاغذ پر کس طرح منتقل ہوتا ہے۔

علماء مصر

یعد عمل کثیر

بہت کاریگری کرنا پڑتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب

ای فوق بین معالجة الایدی و صنع الانسان و العمل کثیر؟

انسان کے عمل، ہاتھوں کی کاریگری اور بہت کچھ کاریگری میں کیا فرق ہے؟

علماء مصر

نعم ھو شی واحد

کوئی فرق نہیں صرف الفاظ کا اختلاف ہے مفہوم ایک ہے۔

حضرت مفتی صاحب

اذا حکما واحد

لہذا حکم بھی اس کا ایک ہے۔

علمائے مصر حضرت مفتی صاحب کی حاضر جوابی اور صحیح جواب سے بے حد متاثر ہوئے کچھ ایسے خاموش ہوئے کہ جواب نہ دے سکے۔[16]

اس عام قصیدہ کے علاوہ رسالہ "روض الریاحین" کے آخر میں قصیدہ نونیہ اس قصیدے کے پانچ صفحات صرف حضرت شیخ الہند کی منظوم مدح پر مشتمل ہیں اس میں رسمی تشبیب کے بعد اپنی علمی پریشانی کا حال بیان کرنے کے بعد حضرت صاحب یوں رقم طراز ہیں۔

اس دور کے مخلوق میں بہت بڑے عالم اور ہدایت و تقویٰ کے کوہ گراں ہیں وہ شرفا کے سردار ہیں اور وہ واضح اور روشن دلائل پیش کرتے ہیں "لہذا میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی دہلیز پر حاضر ہوا آپ نے مجھے روحانی اور علمی شفادی اور مجھے امن کی جگہ اتار دیا علم کے وسیع متلاطم سمندر ہیں جس میں گوہر نایاب کا ذخیرہ موجود ہے اس کی موجیں تمام زمینوں اور وادیوں تک پہنچ رہی ہیں آپ کا سرچشمہ دیوبند ہے اور اس کا وسیع پانی بلادِ عجم اور ہندوستان کے شہریوں کو سیراب کر رہا ہے رسالہ روض الریاحین کے اردو حواشی میں حضرت مفتی صاحب نے شیخ الہند کے بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے حضرت مولانا و مقتدانا و مرشدنا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی، علم کے بحر، معرفت و حقیقت کی موسلا دھار بارش، تواضع وانکساری کی صحیح تصویر، مواساۃ اور مہمانی میں فرد اعظم، شیوخ ہند کے شیخ اعلیٰ سلسلہ روایت کے مفتی، مدرسہ عالیہ دیوبند کے مدرس اعلیٰ، طلبہ کے لئے میدان طلب کے مقصود اقصیٰ، کریم النفس، صافی السریرہ، ذکی القلب ہیں۔[17]

حضرت مفتی رحمہ اللہ کے اخلاق حسنہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی لکھتے ہیں میں ان خوش قسمتوں میں سے ہوں جنہیں حضرت مفتی صاحب مرحوم کا قرب حاصل تھا- تحریک عدم تعاون کے زمانے میں ہی سے میں ان کے قریب ہو گیا تھا اور جب مفتی صاحبؒ کے ہمراہ 1926 سفر حج کا موقعہ ملا اور اس کے بعد 1930 اور 1932 میں ان کے ساتھ گجرات اور ملتان کی جیلوں میں رہنے کا اتفاق ہوا تو مجھے انہیں سمجھنے کا بہت اچھا موقعہ ہاتھ آ گیا تھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ مفتی صاحب ڈانٹ بھی لیتے تھے اور خدمت بھی لیتے تھے اور میں اس میں ایک خاص طرح کی لذت محسوس کرتا تھا، وہ دراصل مجھے اپنے بیٹے کی طرح جانتے تھے- جیل میں میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم کس قدر بلند کردار کے مالک تھے، میں نے دیکھا حضرت مفتی صاحبؒ ان کے پھٹے ہوئے پرانے کپڑے بیٹھ کر سیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی ان کے دوسرے کام بھی کر دیا کرتے تھے- میں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ان سے کام لینا ظلم ہے وہ میرا کام کرتے ہیں میں اس کا معاوضہ ادا کرتا ہوں حکومت کو ان سے کام لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔[18]

1926 کے دوران حج میں جب حضرت مفتی صاحب جمعیت علماء کا ایک وفد لے کر موتمر اسلامی میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لے گئے جو اس موقع پر سلطان ابن مسعود نے طلب کی تھی- میں نے حضرت مفتی صاحب کی

جو کیفیت دیکھی اس کا اثر تمام عمر میرے دل پر رہے گا۔مکہ اور مدینہ کے درمیان اونٹوں کا سفر تھا جب سب ساتھی تھک کر سو جاتے تو حضرت مفتی صاحب سب کے لئے کھانا بناتے تھے۔خرچ میں اگر گڑبڑ ہوتی تو اپنے پاس سے ادا کر دیتے تھے اور جمعیت کے فنڈ پر بوجھ نہ ڈالتے تھے۔اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں جن سے ان کی بے لوث زندگی کا پتہ چلتا ہے ایک مجموعہ کمالات تھے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں قلم بند کر سکوں۔حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔[19]

اگرچہ کسی کی بھی موت اس حیثیت سے غیر معمولی حادثہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں آنے کے بعد ہر جاندار کی آخری منزل موت ہے اور یہ ہر شخص کی جانی بات ہے لیکن پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ جن بندوں کی زندگی غیر معمولی ہوتی ہے ان کی موت بھی اپنے اثرات کے لحاظ سے عام لوگوں کی موتوں کے مقابلے میں غیر معمولی ہی ہوتی ہے دور اور نزدیک کے لوگ اس طرح متاثر ہوتے ہیں جیسے کہ کوئی غیر معمولی حوادث ہوں۔[20]

جو شخص اولیاء علماء کے ساتھ عداوت اور دشمنی رکھتا ہو ،اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے اعلان جنگ ہے ظاہر ہے جس شخص کے ساتھ اللہ اعلان جنگ فرمادے وہ کیسے اللہ کے غضب سے بچ سکتا ہے دین اسلام میں دو چیزوں کے بارے میں اللہ نے اعلان جنگ کیا ہے ایک تو یہ چیز ہے کہ اولیاء سے جس نے بھی بغض کیا ہے اللہ کے حکم سے وہ برباد ہوئے ہیں دوسری چیز سود ہے اس کے بارے میں اللہ نے اعلان جنگ کیا ہوا ہے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر مسلمان سودی کاروبار سے اجتناب کرے۔[21]

مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ ایسے ہنر مند آدمی تھے ، کہ ان کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہوتا تھا، خوبصورت خط لکھا کرتے تھے ، عربی کے علاوہ فارسی کے اشعار بھی کہا کرتے تھے حساب میں بڑے ماہر شخصیت تھے نہایت خوش طبع آدمی تھے، نمائش اور شہرت سے ہمیشہ دُور رہے تھے،[22]

حضرت مفتی رحمہ اللہ کا شمار ان اکابرین میں ہوتا تھا جن کی علمی خدمات کی وجہ سے لوگ فتنوں سے محفوظ رہتے تھے، آپ جب اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو یہ ایک بڑا دینی سانحہ تھا۔[23]

خلاصہ کلام

مفتیاء کرام وہ عظیم ہستیاں ہوتی ہیں، جن میں اجتہاد واستنباط کی تمام تر صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، حضرت مفتی رحمہ اللہ کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ بہت مختصر فتاویٰ لکھتے تھے اور ان کی زبان بہت صاف اور واضح ہوتی تھی۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان فتاوی کو "کفایت المفتی" کے نام سے ان کے فرزند حضرت مولانا حفیظ الرحمن واصف دہلوی نے جمع کر دیا ہے۔ جن کی طوالت نو جلدوں تک پھیل گئی مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

خوبی تطبیق وارتباط، فراست وہم دانی، اور فضل وکمال سے متصف تھے مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کے اجداد موتیوں کی تجارت کرتے تھے اور بحرین سے موتی لاکر ہندوستان اور سری لنکا کے ساحلی علاقوں میں لاکر بیچا کرتے تھے قدیم زمانو ں میں یمن سے اس قسم کے تاجروں کا ایک قافلہ بادبانی یا کشتی پر سوار ہو کر بحری سفر پر روانہ ہوا۔ ابھی یہ قافلہ بر صغیر پاک وہند کے ساحل پر پہنچنے نہیں پایا تھا ایک زبردست طوفان آیا جس نے جہاز کو تباہ کر دیا اور اس کے مسافر غرق ہو گئے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اتنے فضل وکمال کے باوجود گھریلو زندگی میں بھی نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔

حوالہ جات:

1۔ عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان،(لاہور مکتبہ رشیدیہ،1996ء):447

2۔ ایضا،448

3۔ محمد عقیل سیالوی۔ علمائے ہند۔(سیالکوٹ، مکتبہ ظفر، س۔ن)،103:06

4۔ فضل مبین سعیدی، علماء کی یاد(کراچی، سعد پبلشنگ،1970ء)،301

5۔ مولانا ساجد کمال، خدمت عالیہ(انڈیا، مکتبہ سہارنپور،1999ء)،273

6۔ علامہ انور شاہ کشمیری، اکفار الملحدین، مترجم،(کراچی، مکتبہ عمر فاروق،2009ء)،24

7۔ محمد بن یزید بن عبد اللہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، باب، اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوہ(لبنان، مکتبہ دار السلام، س۔ن)،3712:03

8۔ مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ، روض الریاحین،(دہلی، مکتبہ دہلی،1909ء)،32

9۔ مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ، کفایت المفتی، طبع دوم،(لاہور، سنٹرل بک ڈپو، اردو بازار،1982ء)،05:02

10۔ عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان،449

11۔ مولانا حفیظ الرحمن واصف دہلوی، مختصر تاریخ،(دیوبند، دار المولفین، س۔ن)،356

12۔ محمد سلمان منصور پوری، تاریخ آزادی میں مسلمان علماء اور عوام کا کردار،(دیوبند، کتب خانہ نعیمیہ، 2004ء)،93

13۔ مولانا امداد صابری، فرنگیوں کا جال،(دہلی، مکتبہ دہلی،1949)289

14۔ عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان،444

15۔ ایضا،445

16۔ ایضا،448

17۔ مفتی اعظم، مفتی کفایت اللہ، روض الریاحین،37

18۔ واجد نواز، ماہنامہ مجلہ رحیمیہ، (کراچی، ماہنامہ، 2001ء)

19۔ عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، 451

20۔ مولانا محمد منظور نعمانی، (مدیر رسالہ)، الفرقان، (لکھنوء، الفرقان کتب خانہ۔ س۔ن) ص74

21۔ مولانا فضل محمد، یوسف زئی، توضیحات، کراچی، مکتبہ العربیہ، 2011ء) ص48

22۔ محمد زیاد امینی، علماء حق، (حیدر آباد، صدف کتب خانہ،1988ء)،206

23۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی، تاثرات دکن، (کراچی، بہادر یار جنگ اکیڈمی،1977ء)،51